

باغات ٹھیکے پر دینے کا شرعی حکم

تصنیف

استاذ الفقہ حضرت مولانا

محمد ساجد عطاری مدظلہ العالی

دارالافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

DARUL IFTA AHLESUNNAT

پیش کش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

شعبۃ فقہ المعاملات المالیۃ الاسلامیہ

Department of Islamic finance & business [DIFB]

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم بحیثیت مسلمان، قرآن مجید اور احادیث کریمہ کے پابند ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث کریمہ نے جن چیزوں کو حلال فرمایا ہے، ہم پر لازم ہے کہ انہیں حلال جانیں اور جن کو حرام فرمایا ہے، ہم پر لازم ہے کہ انہیں حرام جانیں اور ان سے دور رہیں۔ ہمارا مذہب اسلام محض چند عبادات کی بات نہیں کرتا بلکہ ہمارا دین ہمیں عقائد و نظریات، عبادات، مالی معاملات و لین دین، ظاہری و باطنی اوصاف و اخلاقیات سمیت زندگی گزارنے کے جملہ پہلوؤں پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یوں دین اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے۔ قرآن پاک میں اس حقیقت کا اظہار اس آیت میں فرمایا گیا، جو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا، تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال

www.dawateislami.net

میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"[1]

اس آیتِ مبارکہ کے پہلے حصے میں یہ بتادیا گیا کہ حرام و حلال کے احکام اور قِیاس کے قانون سب مکمل کر دیئے گئے ہیں اور اسلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پسند ہے یعنی جو اَب دین محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین اب نا قابلِ قبول ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد قیامت تک اسلام کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اصولِ دین میں زیادتی کمی نہیں ہو سکتی، ہاں اجتہادی فروعی مسئلے ہمیشہ نکلتے رہیں گے اور حوادثاتِ زمانہ کی وجہ سے نئے پیدا ہونے والے مسائل سے متعلق بھی اصول و ضوابط قرآن و حدیث میں واضح بیان کر دیئے گئے ہیں، جن کی مدد سے مجتہدین اور فقہائے زمانہ ہر دور میں ان مسائل سے متعلق شرعی حکم بیان کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔

آیت کے دوسرے حصے میں یہ فرمایا گیا کہ جب کھانے پینے کے لئے کوئی حلال چیز مُیَسَّر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان جانے کا خطرہ ہو، اس وقت جان بچانے کے لئے حرام کردہ چیز بقدرِ ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔ اس آیت سے اسلام کے ایک عظیم اصول اور ضابطے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ بعض اوقات سچی مجبوری کی حالت میں حرام کردہ کام کرنے کی اجازت مل جاتی

---

[1] ... (سورہ مائدہ، آیت نمبر:03)

www.dawateislami.net

ہے تا کہ انسان ہلاکت اور ضرر سے بچ جائے۔

دین اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس میں انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف میں مبتلا نہیں کیا گیا۔ اس کے احکام ایسے ہیں کہ حرج و شدید مشقت سے دور اور آسان و سہل ہیں، چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ترجمہ کنز العرفان: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔[1]

اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: ﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔[2]

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔[3]

یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کے کسی حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے انسان کی جان، مال، عزت، عقل یا اس کے دین کو خطرہ لاحق ہو جائے اور اسے شدید مشقت و حرج کا سامنا ہو اور حقیقی سچی مجبوری واضح ہو، تو اس طرح کی بعض صورتوں اور ناگزیر حالات میں حکم تبدیل ہو جاتا ہے۔ حکم میں اس قسم کی تبدیلی کوئی خاص مدت گزر جانے کی وجہ سے نہیں ہوتی، بلکہ جس بنیاد پر وہ حکم تھا وہ بنیاد یا حالات زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے۔

---

1 ... (سورہ بقرہ، آیت نمبر 286)

2 ... (سورہ حج بقرہ، آیت نمبر 286)

3 ... (سورہ بقرہ، آیت نمبر 185)

www.dawateislami.net

فقیہ بے مثل امام اہلسنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اس قسم کی تبدیلی کے چھے اسباب شمار فرمائے ہیں:

(1) ضرورت (2) رفعِ حرج (3) عرف (4) تعامل (5) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (6) کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔

ان اَسباب میں سے کوئی سبب جب پایا جائے، تو اس وقت اصل حکم چھوڑ کر اس کے خلاف عمل کرنے کی اجازت مل جاتی ہے اور چونکہ یہ اجازت بھی گویا اسے اللہ اور رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہی ملتی ہے اس لئے ایسی صورت میں وہ اللہ کا نافرمان نہیں قرار پاتا، بلکہ اس صورت میں بھی وہ اللہ کا حکم ماننے والا ہی شمار ہوتا ہے۔ اس بات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے بڑے دل نشیں انداز سے سمجھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"(نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور ائمہ مذاہب کے) اقوال دو طرح کے ہیں: **صوری** اور **ضروری**۔

صوری تو قول منقول ہے اور **ضروری** وہ قول ہے جس کی صراحت قائل نے خاص طور پر نہ کی ہو، البتہ ایسے عموم کے ضمن میں اسے بیان کر دیا ہو، جو بدیہی طور پر اس بات کا حکم لگائے کہ اگر قائل اس خاص مسئلے میں کلام کرتے تو ضرور ایسا ہی فرماتے اور بسا اوقات حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے، تو اس وقت اُس پر

www.dawateislami.net

حکم ضروری کو ترجیح دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ صوری کو اختیار کرنا قائل کی مخالفت شمار کیا جاتا ہے اور اس سے حکم ضروری کی طرف عدول قائل کی موافقت اور اتباع۔ جیسے زید ایک نیک انسان تھا، اس لیے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں اس کی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار انہیں اس بات کی ہدایت کی اور وہ پہلے ان سے یہ بھی کہہ چکا تھا کہ تم لوگ ہمیشہ فاسق کی تعظیم سے بچتے رہنا، پھر ایک زمانے کے بعد زید فاسق معلن ہو گیا، تو اگر اب بھی عمرو کے خادم اس کے حکم اور اس کی بار بار کی ہدایت پر عمل پیرا رہ کر زید کی تعظیم و توقیر کریں، تو وہ ضرور نافرمان قرار پائیں گے اور اگر اس کی تعظیم چھوڑ دیں، تو اطاعت شعار ہوں گے۔

ائمہ مذاہب کے اَقوال میں بھی مذکورہ بالا اَسباب تغییر میں سے کسی سبب کے باعث یہ تبدیلی ہو جاتی ہے، لہٰذا جب کسی مسئلے میں امام سے کوئی نص ہو، پھر ان اَسباب تغییر میں سے کوئی سبب پیدا ہو جائے، تو ہم یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھیں گے کہ اگر یہ سبب امام کے زمانے میں رونما ہوا ہوتا، تو ضرور ان کا قول اس کے تقاضے کے موافق ہوتا، اس کے خلاف اور اس کے رد میں نہ ہوتا، تو ایسے وقت میں ان سے غیر منقول قول ضروری پر عمل فی الواقع انہیں کے قول پر عمل ہے اور ان کے قول منقول پر جمے رہنا در حقیقت ان کی مخالفت اور ان کے مذہب سے ناآشنائی ہے۔"[1]

---

[1]... (فقہ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت، بحوالہ فتاوی رضویہ، صفحہ 9و10، مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، ہند)

www.dawateislami.net

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام کے احکام میں ایسا جمود نہیں ہے کہ جس سے انسان حرج میں مبتلا ہو جائے، بلکہ حالاتِ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے بعض اُمور میں رخصت واحکام کی تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے اور اس کے لئے بھی شریعت نے باقاعدہ اصول وضوابط مقرر فرمادیئے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں بھی آپ اسی طرح کے ایک دلچسپ مسئلے کی تفصیل مطالعہ کریں گے۔اس میں معدوم یعنی غیر موجود چیز کی خرید وفروخت کی ایک صورت کے متعلق اصل وبنیادی شرعی حکم بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حالاتِ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے حکم میں تبدیلیاں جو ائمہ دین اور فقہائے اسلام نے اپنے اپنے دور کے حساب سے بیان کیں، ان کی مرحلہ وار تفصیل لکھی گئی ہے اور حکم میں تبدیلی کا جو سبب بنا اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔امید ہے اس کتاب کا مطالعہ کرکے شرعی احکام میں تبدیلی اور اس کے اسباب کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں ہمیشہ دینِ اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور دین کی صحیح سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔

محمد ساجد عطاری

15 ربیع الاول، 1445ھ / 02 اکتوبر، 2023

www.dawateislami.net

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ فی زمانہ باغات میں لگے پھلوں کو بیچنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں:

(1) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پھل آنے سے پہلے ہی اپنے باغ کے پھل سیل کر (بیچ) دیتے ہیں، جس کو "باغ ٹھیکے پر دینا" کہا جاتا ہے۔ اس میں کبھی ایک سال کے لئے ٹھیکہ دیا جاتا ہے اور کبھی ایک سال سے زیادہ عرصے کے لئے بھی ٹھیکہ پر دے دیا جاتا ہے۔ ان صورتوں میں پھلوں کا ابھی وجود ہی نہیں ہوتا۔

(2) کبھی پھل ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں، لیکن ابھی کچے ہوتے ہیں، لیکن اس صورت میں یہ طے ہوتا ہے کہ خریدار ان کو فوری نہیں اتارے گا، بلکہ پکنے کے بعد اتارے گا۔ شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ کیا ایسا کرنا، جائز ہے؟

سائل: محمد انس رضا (پاکپتن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کسی بھی شے کی بیع (خرید وفروخت) اس کے وجود سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اس اعتبار سے باغات ٹھیکے پر دینے کی وہ صورتیں جن میں پھلوں کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ان کی خرید وفروخت کر لی جاتی ہے، یہ باطل بنتی ہے اور اگر اسے اجارہ بنائیں، تو استہلاکِ عین پر اجارہ ہونے کی وجہ سے یہ اجارہ باطل بنتا ہے، لیکن فی زمانہ عمومِ بلویٰ

www.dawateislami.net

کی وجہ سے باغات ٹھیکے پر دینے کی یہ صورتیں درست اور جائز ہیں۔

یونہی درختوں پر لگے ناپختہ پھلوں کی خریداری کی وہ صورت جس میں صراحتاً یا دلالۃً یہ شرط ہوتی ہے کہ پھل پکنے تک درختوں پر لگے رہیں گے، یہ صورت بھی فی زمانہ عمومِ بلویٰ وتعامل کی وجہ سے جائز ہے۔

درختوں پر لگے پھل فروخت کرنے کی مختلف صورتیں اور اصولی احکام کی تفصیل

تفصیل کچھ یوں ہے کہ اصولی طور پر تو حکم یہ ہے کہ

(1) درختوں پر پھل ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع (خرید و فروخت) ناجائز و باطل ہے۔ اس لئے کہ مبیع (بیچی جانے والی چیز) ابھی وجود میں ہی نہیں آئی اور غیر موجود چیز کی بیع حدیث و فقہ کی روشنی میں ناجائز ہے۔ (البتہ بیع سلم اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔)

(2) کچھ پھل ظاہر ہو چکے ہیں اور کچھ ابھی آنے ہیں۔ اس حالت میں موجود اور آئندہ ظاہر ہونے والے غیر موجود پھلوں کو ایک ساتھ بیچنا بھی ناجائز و گناہ ہے کہ یہ بھی معدوم (غیر موجود) چیز کو بیچنا ہے۔

(3) جو پھل درختوں پر ظاہر ہو چکے ہیں، فقط ان پھلوں کی خرید و فروخت کرنا صحیح ہے، جبکہ بیع میں صراحتاً یا دلالۃً یہ شرط نہ رکھی ہو کہ پکنے تک ان پھلوں کو درختوں پر ہی رکھا جائے گا۔ واضح رہے کہ پھل ظاہر ہونے کے بعد اگر انسان یا کم از کم جانور کے کھانے

www.dawateislami.net

کے قابل ہو چکے ہیں، تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور اگر ابھی جانور کے کھانے کے قابل بھی نہیں ہوئے تو اس میں اگرچہ اختلاف ہے، لیکن اَصَحّ قول کے مطابق یہ بیع بھی صحیح ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ پھل کا ظاہر ہونا اس وقت شمار ہو گا جب پھول نے پھل کی شکل اختیار کر لی ہو، ورنہ اگر ابھی پھول ہے تو وہ پہلی صورت کے حکم میں ہے یعنی معدوم و غیر موجود چیز کی بیع کے زمرے میں ہے۔

(4) اگر پھل ظاہر ہونے کے بعد بیچے لیکن اس میں یہ شرط رکھ دی گئی کہ یہ پھل پکنے تک درختوں پر ہی لگے رہیں گے، تو یہ شرط فاسد و ناجائز ہے اور اس کی وجہ سے خرید و فروخت کا معاہدہ بھی فاسد و ناجائز ہو جائے گا۔ صراحتاً شرط نہ رکھی ہو، لیکن دلالۃً طے ہو یعنی وہاں کا عرف ہی یہ ہے کہ ایسی خریداری میں پھل پکنے تک درختوں پر ہی لگے رہتے ہیں، تو یہ بھی شرط کے ہی حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر صراحتاً یا دلالۃً کسی طرح درختوں پر لگے رہنے کی شرط نہ تھی تو یہ خرید و فروخت صحیح ہو گئی۔ پھر اس کے بعد درخت کے مالک نے اپنی مرضی سے پھل درخت پر رہنے دیے اور اتارنے کا مطالبہ نہ کیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ بالا مسائل پر فقہ حنفی کے اصول و ضوابط اور تصریحات پر مشتمل چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

www.dawateislami.net

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”لا تبع ما ليس عندك “ترجمہ: جو چیز تمہارے پاس نہ ہو، اُسے فروخت نہ کرو۔[1]

ہدایہ میں ہے: ”قال (ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها أو قد بدا جاز البيع) لأنه مال متقوم، إما لكونه منتفعا به في الحال أو في الثاني، وقد قيل لا يجوز قبل أن يبدو صلاحها والأول أصح “ترجمہ: امام قدوری نے فرمایا: جس شخص نے ایسے پھل بیچے جن کی صلاحیت ظاہر نہ ہوئی تھی یا ہو چکی تھی تو بیع جائز ہے، کیونکہ یہ مال متقوم ہے یا تو اس لیے کہ اس سے فوراً فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا بعد میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انتفاع کے قابل ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع جائز نہیں ہے، البتہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔[2]

اس کی شرح عنایہ میں ہے: ”بيع الثمر على الشجر لا يخلو إما أن يكون قبل الظهور أو بعده، والأول لا يجوز، والثاني جائز بدا صلاحها بصلاحها لانتفاع بني آدم أو علف الدواب، أو لم يبد لأنه مال متقوم لكونه منتفعا به في الحال أو في الزمان الثاني....وذكر شمس الأئمة السرخسي وشيخ الإسلام خواهرزاده أن البيع قبل أن ينتفع به لا يجوز..... قال الشيخ: والأول أصح: يعني رواية ودراية، أما الأول فلما أشار إليه محمد رحمه الله في باب العشر، ولو

1.... (سنن نسائی، کتاب البیوع، باب بیع مالیس عند البائع، جلد 2، صفحہ 225، مطبوعہ کراچی)

2.... (الہدایۃ، جلد 3، کتاب البیوع، صفحہ 946، مطبوعہ دار السلام)

www.dawateislami.net

باع الثمار في أول ما تطلع وتركها بإذن البائع حتى أدرك فالعشر على المشتري، فلو لم يكن الشراء جائزا في أول ما تطلع لما وجب العشر على المشتري، وأما الثانية فلأنه مال متقوم في الزمان الثانی، ملتقطا "ترجمہ: پھل کی درخت پر بیع (دو صورتوں سے) خالی نہیں ہے۔ یا تو پھل ظاہر ہونے سے پہلے ہو گی یا ظاہر ہونے کے بعد؛ پہلی صورت میں بیع جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں جائز ہے خواہ پھلوں کی صلاحیت اس طور پر ظاہر ہو چکی ہو کہ وہ انسانوں کے انتفاع یا جانوروں کے چارے کے قابل ہو گئے یا ایسی صلاحیت ظاہر نہیں ہوئی ،(وجہِ جواز) کیونکہ یہ مال متقوم ہے، اس سے ابھی یا مستقبل میں نفع اٹھایا جا سکتا ہے، البتہ شمس الائمہ امام سرخسی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ پھلوں کے قابلِ انتفاع ہونے سے پہلے ان کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن شیخ (یعنی صاحبِ ہدایہ) نے فرمایا کہ روایتاً اور درایتاً پہلا قول (یعنی بیع کے صحیح ہونے والا قول) ہی زیادہ صحیح ہے۔ روایت کے اعتبار سے یوں کہ امام محمد رَحِمَہُ اللہُ نے باب العشر میں اس کے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ یہ مسئلہ بیان کیا کہ:" کسی نے پھل نکلنے کے فوراً بعد انہیں بیچ دیا اور مشتری نے (خرید کر) بائع کی اجازت سے ان کو درختوں پہ چھوڑ دیا، حتّٰی کہ پک گئے، تو ان کا عشر مشتری پر لازم ہو گا۔" تو پھل نکلتے ہی اگر ان کی خرید و فروخت جائز نہ ہوتی، تو مشتری پر عشر واجب نہ ہوتا۔ درایت کے اعتبار سے اسے یوں ترجیح ہے کہ زمانہ

www.dawateislami.net

مستقبل کے اعتبار سے یہ مال متقوم ہے۔[1]

رد المحتار میں ہے: ”والمراد به انفراد الزهر عنها وانعقادها ثمرة وإن صغرت“ ترجمہ: پھلوں کے ظاہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ پھول اپنی ہیئت سے نکل کر پھل کی شکل اختیار کرلے اگرچہ وہ ابھی چھوٹا ہو۔[2]

فتاوی ہندیہ میں ہے: ”وإن باعها قبل أن تصير منتفعا بها بأن لم تصلح لتناول بني آدم وعلف الدواب فالصحيح أنه يصح وعلى المشتري قطعها في الحال هذا إذا باع مطلقا أو بشرط القطع فإن باع بشرط الترك فسد البيع ۔۔۔ولو اشتراها مطلقا وتركها بإذن البائع طاب له الفضل ملتقطا“ ترجمہ: اور اگر بائع نے پھلوں کو انتفاع کے قابل ہونے سے پہلے بیچ دیا بایں طور کہ وہ انسانوں کے کھانے اور جانوروں کے چارے کے قابل نہ تھے، تو صحیح قول یہ ہے کہ بیع درست ہو گی اور ان پھلوں کو درختوں سے فوراً اتارنا مشتری پر لازم ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب بیع مطلق ہوئی (یعنی بغیر کسی شرط کے) یا اس شرط کے ساتھ ہوئی کہ پھل فوراً اتار لیے جائیں گے۔ بہر حال اگر پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع ہوئی تو بیع فاسد ہو گی اور اگر پھلوں کو مطلقاً خریدا (یعنی نہ ابھی اتارنے کی شرط

---

1 ۔۔۔ (العنایۃ شرح الھدایۃ، جلد6 صفحہ 287، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

2 ۔۔۔ (رد المحتار، جلد4، صفحہ 555، دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

لگائی اور نہ پکنے تک درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی) اور (بعدِ عقد) ان کو بائع کی اجازت سے درختوں پر چھوڑ دیا تو پھلوں میں ہونے والی زیادتی مشتری کے لیے حلال ہو گی۔[1]

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن لکھتے ہیں: "والحاصل: أن الثمار إما لم يظهر منها شيء أو ظهر أقلها أو أكثرها أو كلها، على الأولين لا يجوز البيع مطلقا أي: بيع ثمار الشجرة كلها ما ظهر وما لم يظهر؛ لأنه بيع المعدوم، أما بيع ما ظهر ولو معدودا فلا مانع منه إذا لم يشرط الترك وأمن الاختلاط، وعلى الرابع يجوز عندنا مطلقا وإن لم يبد صلاحها وتتناه إلا بشرط الترك فحرام، ومعلوم أن المعروف كالمشروط، فإن لا شرط ولا عرف فأذن البائع بالترك جاز وطاب، أما الثالث: فكالأولين في المذهب۔۔۔ الخ" ترجمہ: اور (ان صورتوں کا) خلاصہ یہ ہے کہ (بیع کے وقت)

(1) یا تو پھل بالکل ہی ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

(2) یا ان کا اقل حصہ ظاہر ہو چکا۔

(3) یا اکثر پھل ظاہر ہو چکے۔

---

[1]... (فتاوی ہندیہ، جلد 3، صفحہ 106، دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

(4) یا سارے ہی ظاہر ہو چکے تھے۔

پہلی دونوں صورتوں میں مطلقاً بیع جائز نہیں ہو گی، یعنی جو ظاہر ہو چکے اور جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے ان تمام پھلوں کی بیع ناجائز ہو گی، کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے۔ بہر حال (صرف) ان پھلوں کی بیع جو ظاہر ہو چکے اگرچہ تھوڑے ہوں، تو اس کے جواز سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، جبکہ پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط نہ ہو اور (غیر مبیع کے ساتھ) اختلاط سے امن ہو۔ اور چوتھی صورت میں ہمارے نزدیک مطلقاً بیع جائز ہے اگرچہ پھلوں کی صلاحیت وبڑھوتری ظاہر اور مکمل نہ ہوئی ہو، ہاں اگر پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو یہ حرام ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہوتا ہے، لہٰذا اگر شرط بھی نہیں لگائی اور یہ شرط معروف بھی نہ تھی اور پھر بائع نے خود درختوں پر چھوڑنے کی اجازت دی، تو یہ جائز ہے اور اس میں ہونے والی بڑھوتری بھی حلال ہے۔ اور تیسری صورت کا حکم مذہب میں پہلی دو صورتوں کی طرح ہے۔۔۔ الخ۔[1]

بعض وہ صورتیں جن میں خلافِ قیاس بطور استحسان رخصت دی گئی:

(1) پھلوں کے سائز میں جتنی بڑھوتری ہونی تھی، وہ ہو چکی لیکن ابھی پکے

[1]۔۔۔ (جد الممتار، جلد6، صفحہ 39، مقولہ 3874: مکتبۃ المدینہ)

www.dawateislami.net

نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں اگر اس شرط کے ساتھ کہ پھل پکنے تک درختوں پر رکھے جائیں گے، تو قیاس کے مطابق یہ فاسد و ناجائز ہے، لیکن امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعامل کی وجہ سے استحساناً اس کو جائز قرار دیا اور امام طحاوی رَحِمَہُ اللہُ نے عموم بلویٰ کی وجہ سے اسے اختیار کیا اور کئی مشائخ نے اس پر فتویٰ بھی دیا۔

فتح القدیر میں ہے: "فإن باعه بشرط الترك فإن لم يكن تناهى عظمه فالبيع فاسد عند الكل، وإن كان قد تناهى عظمه فهو فاسد عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وهو القياس. ويجوز عند محمد استحسانا، وهو قول الأئمة الثلاثة، واختاره الطحاوي لعموم البلوى... وجه قول محمد في المتناهي الاستحسان بالتعامل؛ لأنهم تعارفوا التعامل كذلك فيما تناهى عظمه فهو شرط يقتضيه العقد، ... ولا يخفى أن الوجه لا يتم في الفرق لمحمد إلا بادعاء عدم العرف فيما لم يتناه عظمه، إذ القياس عدم الصحة للشرط الذي لا يقتضيه العقد في المتناهي وغيره خرج منه المتناهي للتعامل، فكون ما لم يتناه على أصل القياس إنما يكون لعدم التعامل فيه "ملتقطا

ترجمہ: اگر پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع ہوئی، اگر تو ان پھلوں کا حجم مکمل نہیں ہوا، تو سب کے نزدیک بیع فاسد ہے اور اگر ان کی بڑھوتری مکمل ہو چکی تو شیخین رَحِمَهُمَا اللہُ کے نزدیک یہ فاسد ہے اور یہی قیاس کا تقاضا ہے اور امام محمد رَحِمَہُ

www.dawateislami.net

اللہُ کے نزدیک استحساناً، جائز ہے اور یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور امام طحاوی نے عموم بلویٰ کی وجہ سے اسی کو اختیار کیا۔ پھلوں کا سائز پورا ہونے کی صورت میں امام محمد رَحِمَہُ اللہُ کے قول کی وجہ استحسان بالتعامل ہے، کیونکہ مکمل حجم کے پھلوں کی خریداری اسی طرح کرنے پر لوگوں کا عمل درآمد معروف ہو چکا تھا، تو یہ شرط عقد کے تقاضے کے مطابق ہو گئی اور مخفی نہیں کہ امام محمد رَحِمَہُ اللہُ نے جو دونوں صورتوں کا حکم الگ الگ بیان کیا تو یہ اسی صورت میں تام ہو سکے گا جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ نامکمل حجم والے پھلوں کی خریداری میں اس شرط کا عرف نہیں تھا۔ کیونکہ قیاس تو یہی چاہتا ہے کہ عقد کے تقاضے کے خلاف لگائی گئی شرط کسی صورت میں صحیح نہ ہو چاہے پھلوں کا سائز پورا ہوا ہے یا پورا نہیں ہوا (لیکن) تعامل کی وجہ سے بڑھوتری پوری ہونے والی صورت اس قیاس سے خارج ہو گئی، پس وہ صورت جس میں پھلوں کا سائز پورا نہیں ہوا اصل قیاس پر رہے گی اور یہ اس میں عدمِ تعامل کی وجہ سے ہے۔[1]

دُرّ و ردالمحتار میں ہے: ”وقيل: قائله محمد لا يفسد إذا تناهت الثمرة للتعارف فكان شرطا يقتضيه العقد وبه يفتى بحر عن الأسرار، لكن في القهستاني عن المضمرات أنه على قولهما الفتوى فتنبه (أشار به إلى اختلاف التصحيح وتخيير المفتي في الإفتاء بأيهما شاء لكن حيث كان

---

1 ... (فتح القدیر، جلد6، صفحہ 288، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

قول محمد هو الاستحسان یترجح علی قولهما تأمل)"(ومافی الهلالین من ردالمحتار)ترجمہ: اور ایک قول جس کے قائل امام محمد رَحِمَہُ اللہُ ہیں، وہ یہ ہے کہ جب پھلوں کی بڑھوتری مکمل ہوگئی (اور ان کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی گئی)تو عرف کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوگی اور یہ ایسی شرط ہوگی جس کا عقد نے تقاضا کیا اور "بحر" میں "اسرار" کے حوالے سے ہے کہ "اسی قول پر فتویٰ ہے۔"لیکن "قہستانی" میں "مضمرات" کے حوالے سے ہے کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے ،لہٰذا متنبہ رہو۔(علامہ شامی فرماتے ہیں)یہ بات کر کے شارح نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلے میں تصحیح مختلف آئی ہے، لہٰذا مفتی کو دونوں اَقوال میں سے جس پہ چاہے فتویٰ دینے کا اختیار ہے لیکن چونکہ امام محمد کا قول استحسان ہے، لہٰذا وہ شیخین کے قول پر ترجیح رکھے گا۔ مزید غور و فکر کریں۔[1]

(2)امام محمد رَحِمَہُ اللہُ نے درختوں پر پھل لگے رہنے کی شرط صرف ان پھلوں کی خریداری میں جائز قرار دی جن کی بڑھوتری مکمل ہو چکی اور جن کی بڑھوتری ابھی مکمل نہیں ہوئی ان میں یہ شرط لگانے کی اجازت نہیں دی۔ اس فرق کی وجہ امام ابن ہمام نے یہ بیان کی کہ پہلی صورت میں شرط لگانے کا عرف ہو چکا تھا، لیکن دوسری

---

1 .... (درمختار مع ردالمحتار، جلد4، صفحہ 555، دارالفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

صورت میں عرف نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسری صورت میں بھی شرط لگانے پر تعامل و عرف جاری ہو جائے تو یہ جائز ہو گا۔ اسی وجہ سے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانے میں تعامل ہو جانے کی وجہ سے درختوں پر لگے رہنے کی شرط کے ساتھ خریداری کی مطلقا اجازت دی اگرچہ پھلوں میں ابھی بڑھوتری ہونی باقی ہو۔ اپنے زمانے کے تعامل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نشر العرف" میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے زمانے میں لوگ درختوں پر لگے پھل اس شرط کے ساتھ خریدتے ہیں کہ پھل کچھ عرصہ درخت پر لگے رہیں گے اور لوگوں میں یہ طریقہ اتنا رائج و معروف ہو چکا ہے کہ اس کے بغیر کوئی خریداری کرتا ہی نہیں حتی کہ اگر خریدار کو پتا ہو کہ اسے فوری طور پر پھل کاٹنے کا کہا جائے گا، تو وہ خریدار دس گنا سستے داموں بھی یہاں سے پھل نہ خریدے گا، لہٰذا لوگ اگرچہ یہ شرط صراحتاً طے نہ بھی کریں تب بھی معروف ہونے کی وجہ یہ سودا اس شرط کے ساتھ مشروط ہی کہلائے گا۔ اصولی طور پر یہ شرائط فاسدہ ہیں کیونکہ ان شرائط کی بنیاد پر ایک فریق یعنی خریدار کو ایسا نفع مل رہا ہے جو عقد کے تقاضے کے خلاف ہے، لیکن چونکہ ان شرائط کے ساتھ معاہدہ کرنے پر لوگوں کا تعامل ہو چکا، اس لئے یہ بیوع جائز قرار پائیں گی۔

www.dawateislami.net

چنانچہ رسالہ نشر العرف سے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں :"لكن بقي شيء آخر، وهو: أنهم صرحوا بأن بيع الثمار على الأشجار إنما يصح إذا شراها مطلقا، أو بشرط القطع، أما بشرط الترك على الأشجار فلا يصح لانه شرط لا يقتضيه البيع، وفيه لأحد المتعاقدين منفعة، وهي زيادة النمو والنضج، ولا يخفى أنهم في هذا الزمان وإن لم يشترطوا الترك، لكنه معروف عندهم، وقد قالوا: إن المعروف عرفا كالمشروط شرطا ولو علم المشتري أن البائع يأمره بالقطع لم يرض بشرائه بعشر الثمن وأيضا يشترون البطيخ والخيار والباذنجان ونحوه من الخضروات بشرط إبقائها صريحا، وبشرط أن يسقيها البائع مرات متفرقات معدودة حتى تنمو، ويظهر ما لم يكن منها ظاهر، و لم أر من صرح بجواز ذلك بناء على العرف، وينبغي جوازه بناء على ما مر؛ فإنه حيث جاز للعرف بيع المعدوم، مع أن بيعه باطل لا فاسد فيجوز البيع مع هذا الشرط بالأولى، فتأمل ذلك واعمل بما يظهر لك"ترجمہ: لیکن ایک اور چیز باقی رہ گئی وہ یہ کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ پھلوں کی درختوں پر بیع اس صورت میں درست ہو گی جب پھل مطلقاً خریدے یا اتارنے کی شرط کے ساتھ خریدے، ہاں اگر درختوں پر چھوڑنے کی شرط کے ساتھ خریدے تو یہ بیع درست نہیں

www.dawateislami.net

ہو گی، کیونکہ یہ ایک ایسی شرط ہے جس کا بیع تقاضا نہیں کرتی اور یہ شرط لگانے میں عاقدین میں سے ایک کے لیے نفع ہے اور وہ نفع پھلوں میں بڑھوتری اور پختگی میں زیادتی کی صورت میں ہے اور مخفی نہیں ہے کہ اس زمانے میں لوگ پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط اگرچہ نہ لگائیں لیکن یہ ان کے ہاں معروف ہو چکا ہے اور فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو بات معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔ اگر مشتری کو پتا ہو کہ بائع (عقد کے بعد) اسے (فوراً پھل) اتارنے کا حکم دے گا تو دس گنا سستی قیمت پر بھی وہ پھل خریدنے پہ راضی نہ ہو گا۔ نیز لوگ تربوز، ککڑی، بینگن اور اس جیسی سبزیاں، ان کو پودوں پر باقی رکھنے کی صریح شرط کے ساتھ خریدتے ہیں اور یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ مخصوص تعداد میں بائع ان کو پانی لگائے گا تاکہ ان میں بڑھوتری مکمل ہو جائے اور جو (سبزیاں ابھی تک) نہیں نکلیں وہ نکل آئیں اور میں نے کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے عرف کی بناء پر اس کو جائز قرار دیا ہو، البتہ گزشتہ بحث کی بنیاد پر اس کا بھی جواز ہونا چاہیے، کیونکہ جب معدوم کی بیع عرف کی وجہ سے جائز قرار پائی باوجود یکہ معدوم کی بیع فاسد نہیں بلکہ باطل ہوتی ہے تو اس شرط فاسد کے ساتھ اس کی بیع بدرجہ اَولیٰ جائز ہونی چاہیے، لہٰذا اس میں غور و فکر کرو۔[1]

---

[1]... (رسائل ابن عابدین، رسالہ نشر العرف، جلد2، صفحہ 194، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

www.dawateislami.net

مفتی عبد الواجد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہی فتوی دیا ہے ، چنانچہ ”فتاویٰ یورپ “میں ہے:

”اگر اس کا مالک پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے تک پھلوں کو درختوں پر رکھنے کی صریح اجازت دے دے یا اس علاقہ میں یہی تعامل ہو کہ خریدار خام پھلوں کو درختوں پر خرید لیتے ہیں اور پختہ ہونے کے بعد توڑتے ہیں ، تو اس تعامل کے ذیل میں خریدار مالکِ باغ کی اجازت کے بغیر بھی اپنے پھلوں کو درختوں پر رکھ سکتا ہے ، لیکن درختوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے پر اسے تاوان دینا ہو گا۔“[1]

(3) اگر اکثر پھل نکل چکے ہیں لیکن کچھ کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے۔ اس حالت میں موجود اور آئندہ ظاہر ہونے والے غیر موجود پھلوں کو ایک ساتھ بیچنا ظاہر الروایہ کے مطابق ناجائز ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، لیکن شمس الائمہ امام حلوانی اور امام ابو بکر محمد بن الفضل یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ اگر اکثر پھل ظاہر ہو چکے ہوں ، تو پھر استحساناً موجود و معدوم تمام پھلوں کی بیع جائز ہے اور اس صورت میں معدوم پھل موجود کے تابع قرار پائیں گے ۔ جواز کا فتویٰ دینے کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی کہ اس طرح کا معاہدہ کرنے پر **لوگوں کا تعامل جاری ہو چکا اور لوگوں کی عادت اتنی پختہ ہو چکی کہ اب لوگوں کو ان کی عادت سے ہٹا کر درست طریقے پر لانے میں حرج ہے، لہٰذا دفعِ حرج و**

---

[1]... (فتاوی یورپ، صفحہ 454، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

www.dawateislami.net

تعامل کی خاطر جواز کا حکم ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مسئلہ اسی طرح کا مروی ہوا جس سے اس صورت کے جائز ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے، بلکہ امام حلوانی رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس صورت کے جائز ہونے کا حکم ہمارے تمام ائمہ سے مروی ہوا ہے۔ امام حلوانی کے بعد صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف نظر آتا ہے۔

اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسے ہی اختیار فرمایا ہے اور جواز کا فتویٰ دینے پر بڑی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے حتی کہ امام شمس الائمہ سرخسی نے جب امام حلوانی کا جواز کا فتوی یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ "یہاں جواز کا فتویٰ دینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ دوسرے جائز طریقے وحیلے موجود ہیں، جن پر عمل کر کے یہ مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔"

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: ہمارے زمانے میں جواز کا فتوی دینے کی بلاشبہ ضرورت موجود ہے، کیونکہ جتنے بھی جائز طریقے بتائے گئے ہیں وہ فی نفسہٖ اگرچہ ممکن ہیں، لیکن جو لوگ اس فیلڈ سے وابستہ ہیں عموماً ان میں جہالت عام ہے اور ان سب کو یہ مسائل سمجھا کر درست طریقے کے مطابق معاہدہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔ سالوں سے چلتی ہوئی عادت اتنی پختہ ہو چکی ہے کہ اب لوگوں کو ان کی عادت سے ہٹانے میں شدید حرج ہے اور اگر جواز کا فتویٰ نہ دیا جائے، تو ان تمام

www.dawateislami.net

شہروں میں پھلوں کا کھانا حرام قرار پائے گا اور عوام وخواص کا گنہگار ہونا لازم آئے گا، **لہٰذا یہاں ظاہر الروایہ کے برخلاف جواز کا فتوی دینے کی ضرورت متحقق ہے اور اسے جائز قرار دینے کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے۔**

چنانچہ درمختار وردالمحتار میں ہے:"لو برز بعضها دون بعض لا يصح في ظاهر المذهب وصححه السرخسي وافتى الحلواني بالجواز لو الخارج اكثر (وزعم أنه مروي عن أصحابنا وكذا حكى عن الإمام الفضلي، وقال: استحسن فيه لتعامل الناس، وفي نزع الناس عن عادتهم حرج قال: في الفتح: وقد رأيت رواية في نحو هذا عن محمد في بيع الورد على الأشجار فإن الورد متلاحق، وجوز البيع في الكل وهو قول مالك. اهـ. قال: الزيلعي وقال: شمس الأئمة السرخسي: والأصح أنه لا يجوز؛ لأن المصير إلى مثل هذه الطريقة عند تحقق الضرورة ولا ضرورة هنا؛ لأنه يمكنه أن يبيع الأصول على ما بينا أو يشتري الموجود ببعض الثمن، ويؤخر العقد في الباقي إلى وقت وجوده أو يشتري الموجود بجميع الثمن: ويبيح له الانتفاع بما يحدث منه، فيحصل مقصودهما بهذا الطريق، فلا ضرورة إلى تجويز العقد في المعدوم مصادما للنص، وهو ما روي أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم اهـ.

www.dawateislami.net

قلت: لكن لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا ولا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة، وإن أمكن ذلك بالنسبة إلى بعض أفراد الناس لا يمكن بالنسبة إلى عامتهم وفي نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار في هذه البلدان إذ لا تباع إلا كذلك، والنبي صلى الله عليه وسلم إنما رخص في السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة، فلم يكن مصادما للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان؛ لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز ولذا أورد له الرواية عن محمد بل تقدم أن الحلواني رواه عن أصحابنا وما ضاق الأمر إلا اتسع ولا يخفى أن هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية) "(وما فی الهلالین من رد المحتار)ترجمہ:اگر بعض پھل ظاہر ہوگئے اور بعض نہیں ہوئے، تو ظاہر مذہب کے مطابق بیع صحیح نہیں اور امام سرخسی نے اسی کی تصحیح کی ہے اور اگر نکلنے والے پھل زیادہ ہوں تو امام حلوانی نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور ان کا خیال تھا کہ یہ جواز ہمارے اصحاب سے مروی ہے۔امام فضلی رَحِمَہُ اللہُ سے بھی یہی حکایت کیا گیا ہے اور امام فضلی نے یوں فرمایا کہ پھلوں کی اس طرح بیع کرنا میرے نزدیک استحساناً جائز ہے لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اور لوگوں کی عادت

www.dawateislami.net

چھڑانے میں حرج ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا کہ درختوں پر پھولوں کی بیع کرنے کے متعلق، اسی طرح کی ایک روایت میں نے امام محمد رَحِمَہُ اللہُ کی بھی دیکھی ہے، حالانکہ پھولوں کا معاملہ یہ ہے کہ ایک کے بعد دوسرا نکلتا رہتا ہے (یعنی بیع کے وقت تمام پھول نکلے نہیں ہوتے)، لیکن پھر بھی تمام پھولوں کی بیع کو جائز قرار دیا گیا، یہی امام مالک رَحِمَہُ اللہُ کا قول ہے۔ امام زیلعی رَحِمَہُ اللہُ بیان کرتے ہیں کہ امام سرخسی رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا: اصح یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں، کیونکہ اس طریقے کی طرف جانا ضرورت کے متحقق ہونے کے وقت ہو سکتا ہے اور یہاں ضرورت متحقق نہیں ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس پودے کی جڑیں بھی بیچ دے جیسا کہ ہم نے بیان کیا یا پھر یوں کریں کہ جو پھل آچکے وہ بعض ثمن کے بدلے بیچ دے اور باقی پھلوں کے متعلق عقد کو ان کے وجود تک مؤخر کر لے۔ یا پھر جو پھل آچکے وہ کل ثمن کے بدلے خرید لے اور آئندہ ظاہر ہونے والے پھل مشتری کے لئے بائع مباح کر دے۔ اس طریقے سے دونوں کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ لہٰذا نص کے بالکل خلاف جاتے ہوئے معدوم کی بیع کو جائز قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے اور نص یہاں یہ مروی ہے کہ "حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس چیز کو بیچنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس موجود نہ ہو اور بیع سلم میں رخصت عطا فرمائی۔" (امام زیلعی کی عبارت ختم ہوئی)

www.dawateislami.net

(علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ اس پر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے کہ ہمارے زمانے میں ضرورت ثابت ہو چکی ہے، خصوصاً شام کے شہر دمشق وغیرہ میں کثیر پھل اور درخت ہوتے ہیں اور لوگوں پر جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو بیان کردہ جائز طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کو اپنانے کا پابند بنانا، ممکن نہیں، اگرچہ بعض اَفراد کے اعتبار سے ایسا کرنا، ممکن ہے، لیکن اکثریت کے اعتبار سے یہ ممکن نہیں اور لوگوں کی عادت چھڑانے میں حرج ہوتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ اب اگر اس طریقہ کار کو حرام قرار دیں، تو پھر ان شہروں میں پھل کھانا ہی حرام ٹھہرے گا، کیونکہ یہاں بیع و شراء ہی ایسے ہوتی ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ضرورت کے پیشِ نظر بیع سلم کی رخصت عطا فرمائی، حالانکہ وہ بھی معدوم کی بیع ہے، تو جب یہاں بھی ضرورت ثابت ہو چکی ہے، تو اسے بھی دلالۃ النص کے اعتبار سے سلم کے ساتھ لاحق کر دینا ممکن ہے۔ یوں یہ نص کی مخالفت نہیں ہو گی۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام نے اسے استحسان قرار دیا ہے، کیونکہ قیاس تو عدم جواز ہی چاہتا ہے اور صاحب فتح القدیر کا میلان بھی جواز کی طرف ہے، اسی وجہ سے انہوں نے امام محمد رَحِمَہُ اللہُ کی روایت کا تذکرہ کیا ہے، بلکہ امام حلوانی کے حوالے سے یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ انہوں نے اس صورت کا جواز ہمارے ائمہ سے روایت کیا ہے اور جب بھی معاملے میں تنگی ہو تو وہاں وسعت کی جاتی ہے اور مخفی نہیں کہ یہ بات ظاہر الروایہ سے عدول کی گنجائش پیدا

www.dawateislami.net

کر دیتی ہے۔[1]

امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن لکھتے ہیں: ”والحاصل: أن الثمار إما لم يظهر منها شيء أو ظهر أقلها أو أكثرها أو كلها على الأولين لا يجوز البيع مطلقا۔۔۔وعلى الرابع يجوز عندنا مطلقا ۔۔۔۔أما الثالث: فكالأولين في المذهب، وكالرابع في رواية عن محمد بل عن الكل، وإليه يومي كلام "الفتح" واختاره العلامة المحشي رحمه الله تعالى ملتقطاً “ترجمہ: اور (ان صورتوں کا) خلاصہ یہ ہے کہ (بیع کے وقت) (1) یا تو پھل بالکل ہی ظاہر نہیں ہوئے تھے (2) یا ان کا اقل حصہ ظاہر ہو چکا (3) یا اکثر پھل ظاہر ہو چکے (4) یا سارے ہی ظاہر ہو چکے تھے۔ پہلی دونوں صورتوں میں مطلقاً بیع جائز نہیں ہو گی اور چوتھی صورت میں ہمارے نزدیک مطلقاً بیع جائز ہے۔ اور تیسری صورت کا حکم مذہب میں پہلی دو صورتوں کی طرح ہے اور امام محمد بلکہ تمام ائمہ سے مروی ہونے والی ایک روایت کے اعتبار سے چوتھی صورت کی طرح ہے اور اسی طرف صاحب فتح القدیر کا کلام اشارہ کر رہا ہے اور اسی کو علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ نے اختیار کیا ہے۔[2]

---

1 ۔۔۔ (در مختار مع رد المحتار، جلد4، صفحہ 555، دار الفکر، بیروت)

2 ۔۔۔ (جد الممتار، جلد6، صفحہ 39، مقولہ 3874: مکتبۃ المدینہ)

www.dawateislami.net

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ:

(1) درختوں پر لگے رہنے کی شرط کے ساتھ پھلوں کی خرید و فروخت اصولی طور پر فاسد و ناجائز ہے، لیکن جہاں اس شرط کے ساتھ ہی بیع کرنا رائج ہو جائے اور لوگوں کا تعامل اس پر جاری ہو جائے، وہاں اس شرط کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہو جاتی ہے۔

(2) یونہی درختوں پر اگر اکثر پھل نکل چکے ہوں اور بعض باقی ہوں، تو اس صورت میں موجود و غیر موجود پھلوں کی بیع ظاہر الروایۃ اور اصول کے مطابق ناجائز و باطل ہے، لیکن جہاں لوگوں کی عادت اتنی پختہ ہو چکی ہو کہ ان کو اس سے ہٹانا حرج کا باعث ہو، وہاں استحساناً فقہائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے اور اس صورت کے جواز پر ائمہ سے ایک روایت بھی مروی ہے اور مشائخ میں سے امام شمس الائمہ حلوانی اور امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رَحِمَہُمَا اللہُ کا فتویٰ بھی موجود ہے، جسے علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ نے بھی اختیار فرمایا ہے۔

فی زمانہ رائج صورت میں عمومِ بلویٰ کی وجہ سے استحساناً جواز کا حکم:

اس ساری تفصیل کے بعد اگر ہم اپنے زمانے میں رائج صورت کا جائزہ لیں، تو وہ صورت یہ ہے کہ پھلوں کا اصلاً وجود نہیں ہوتا اور ایک یا کئی سالوں تک باغات ٹھیکے پر دے دیئے جاتے ہیں یعنی جن پھلوں کو بیچا جارہا ہوتا ہے، ان میں سے بعض کا بھی وجود نہیں ہوتا،

www.dawateislami.net

بلکہ تمام کے تمام غیر موجود و معدوم ہوتے ہیں۔اس صورت کے متعلق اگرچہ ائمہ و مشائخ سے جواز کی روایت صراحتاً مروی نہیں ہوئی، لیکن اوپر مذکور روایات سے ہی اس کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جس بنیاد پر امام حلوانی و امام ابو بکر محمد بن الفضل البخاری رَحِمَہُمَا اللہُ نے بعض غیر موجود پھلوں کی بیع کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے زمانے میں اس کو اختیار کیا **اور اس پر فتویٰ دینے کی ضرورت متحقق مانی، وہی وجہ اور ضرورت فی زمانہ رائج صورت کے اندر بھی متحقق ہے۔**

ہمارے زمانے میں لوگوں کے اندر باغات کے ٹھیکے کی یہ صورت ملک کے طول و عرض میں رائج ہو چکی ہے۔ پاکستان کے مختلف متعدد شہروں و دیہاتوں میں اس فیلڈ سے وابستہ لوگوں سے ملنے والی معلومات کے مطابق تقریباً ہر جگہ اسی طرح ٹھیکے کا لین دین رائج ہے۔ ہزاروں لاکھوں میں شاید ہی کوئی ایک اس معاملے میں اصلِ مذہب پر عمل کرتے ہوئے خرید و فروخت کرتا ہو۔ خصوصاً جن کا کام وسیع پیمانے پر ہوتا ہے، تو ان کو اپنے کام کے لحاظ سے کئی کئی سال کا ٹھیکہ لینا پڑتا ہے۔ پھل آنے یا پکنے تک معاہدہ کرنے سے باز رہیں، تو یہ ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا اور چونکہ عرصہ دراز سے لوگوں کا یہی معمول (practice) ہے اس لیے اس پر لوگوں کی عادت اتنی پختہ ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس سے ہٹانا اور درست طریقے پر لانا اب ممکن نہیں ہے اور دوسری طرف اگر اس کے ناجائز و باطل ہونے کا فتویٰ دیا جائے، تو عوام و خواص تمام لوگوں کا گنہگار ہونا لازم آتا ہے،

www.dawateislami.net

کیونکہ سب لوگ جو پھل خرید کر استعمال کرتے ہیں وہ پھل پہلے خریدار نے اسی باطل طریقے سے خریدے ہوتے ہیں جس سے وہ اس کی ملکیت میں نہیں آتے اور اگلی تمام بیوع بھی ناجائز و باطل قرار پاتی ہیں۔ گویا کسی کا بھی پھل خریدنا اور استعمال کرنا ہی جائز نہیں رہتا حالانکہ عوام تو عوام خواص اور علماء بھی ایسے پھل خریدتے ہیں اور اپنے استعمال میں بھی لاتے ہیں اور عوام و خواص کو گنہگار قرار دینا یقیناً شریعت سہلہ بیضاء کے مزاج کے بالکل خلاف ہے اور ہماری شریعت کا اصول ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات، نیز وما ضاق الامر الا اتسع، نیز اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔[1]

لہٰذا فی زمانہ ضرورت اور عمومِ بلویٰ متحقق ہے، جس کی بنیاد پر فی زمانہ باغات کا رائج ٹھیکہ جس میں پھلوں کے وجود سے پہلے ان کو خرید لیا جاتا ہے، یہ جائز ہے۔

معاصر علمائے کرام میں سے مجلس شرعی اشرفیہ کے جید علمائے کرام نے بھی اس طرح باغات کے ٹھیکے کو عموم بلویٰ کی بنیاد پر جائز قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے فیصلے کی عبارت درج ذیل ہے:

---

[1] .... (البقرۃ، آیت:185)

www.dawateislami.net

”ظاہر مذہب میں باغات کا اجارہ یا بیع ناجائز ہے مگر عمومِ بلویٰ اور تعامل کے سبب حکم جواز ہے۔ “[1]

نظیر:

اس کی ایک واضح نظیر تالاب ٹھیکے پر دینے کا مسئلہ ہے کہ جس میں مالک اپنا تالاب مخصوص مدت تک اس تالاب کی مچھلیاں پکڑنے کے لئے ٹھیکے پر دے دیتا ہے۔ یہ ایک باطل معاہدہ ہے جو نہ تو اجارے کے اصولوں کے مطابق درست بنتا ہے اور نہ بیع کے اصولوں کے مطابق، لیکن اس کے باوجود فقہائے کرام نے عموم بلویٰ کی وجہ سے جواز کا فتوی دیا اور امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی اس فتوے پر عمل کو جائز قرار دیا اگرچہ اَحْوَط اس کو فرمایا کہ دوسرے جائز طریقے سے معاہدہ کیا جائے۔

در مختار میں ہے:”ولم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمك “ترجمہ: تالاب کو اس لئے اجارے پر دینا کہ اس میں سے مچھلیاں شکار کی جائیں گی ، یہ جائز نہیں۔[2]

فتاوی ہندیہ میں ہے:”وإن استأجر النهر والقناة مع الماء لم يجز أيضا

1....(مجلس شرعی کے فیصلے، جلد1، صفحہ 199، ناشر مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ)

2....(در مختار، جلد5، صفحہ 61، دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

لأن فيه استهلاك العين أصلا والفتوى على الجواز لعموم البلوى

"ترجمہ: اگر کسی نے نہر یا نالہ، اس میں موجود پانی کے ساتھ ہی اجارے پر لیا تو یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں استہلاکِ عین اصل (عقد) کے اعتبار سے ہے اور فتویٰ اس کے جائز ہونے پر ہے عمومِ بلویٰ کی وجہ سے۔[1]

سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال ہوا: "زید کا ایک تالاب ہے، اس کو بعوض ہبہ بیس روپے ایک ماہ کی میعاد مقرر کر کے عمرو کے تصرف میں دیا اور کہا کہ ایام معینہ کے اندر تم اس تالاب کے پانی سے بہر طور انتفاع حاصل کر سکتے ہو اور نیز اس تالاب کی مچھلی پکڑ سکتے ہو۔ یہ درست ہے یا نہیں؟"

تو اس کا جواب دیتے ہوئے آپ لکھتے ہیں: "یہ مسئلہ معرکۃ الآرا ہے، عامہ کتب میں اس اجارہ کو محض حرام و ناجائز و باطل فرمایا، اور یہی موافق اصول و قواعد مذہب ہے۔۔۔ اور جامع المضمرات میں جواز پر فتویٰ دیا، في الدر المختار: " جاز إجارة القناة والنهر مع الماء، به يفتى لعموم البلوى مضمرات اھ۔۔۔" اور احوط یہ ہے کہ تالاب کے کنارے کی چند گز زمین محدود، معین کرایہ پر دے، اور پانی وغیرہ سے انتفاع مباح کر دے یوں اسے کرایہ اور اسے پانی، مچھلی، گھاس جائز طور

---

[1]۔۔۔ (فتاوی ہندیہ، 4/ 441، دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

پر مل جائیں گے۔۔۔یازراعت کو کنارے کی زمین اور تالاب جس سے اس زمین کو پانی دیا جائے ، سب ملا کر کرایہ پر دے کہ تالاب کا اجارہ بھی بالتبع جائز ہو جائے۔۔۔ فالحق أن الماشي على الأصول في إجارة البركة والقناة والنهر من دون أرض تسقى منها ، هو البطلان، وإن ما ذكر في البزازية وغيرها من صور الجواز فلا مساس لها به، ولا يمكن حمل ما في الدر عن المضمرات على شيء منها ولقد أحسن "صاحب جامع المضمرات" إذ علل الإفتاء بعموم البلوى، لا بحصول الجواز بالتبع، فإذن إن عمل بقوله "به يفتى" فلا شك أن قضيته إطلاق الجواز و هو الأيسر والأحوط ما مر(ترجمہ:تو حق بات یہ ہے کہ تالاب،نالہ اور نہر بغیر زمین کے کرائے پر اس لئے دینا کہ اس سے پانی حاصل کیا جائے، یہ باطل ہے اور جو بزازیہ وغیرہ نے جواز کی صورتیں ذکر کی ہیں ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں،اور نہ یہ ممکن ہے کہ درمختار میں مضمرات سے منقول بات کو اس میں سے کسی صورت پر محمول کر دیا جائے اور صاحبِ جامع المضمرات نے بہت اچھا کیا کہ فتوے کی علت "عموم بلوٰی" بیان کی، تبعاً جواز کے حصول کو بطورِ علت بیان نہیں کیالہذا اگر مضمرات کے قول "به يفتى "پر عمل کیا جائے،تو بلاشبہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ

www.dawateislami.net

مطلقا جائز ہے اور یہی زیادہ آسان ہے اور احوط وہ ہے جو اوپر گزرا۔)ملتقطاً[1]

اسی طرح "جد الممتار" میں بھی ہے۔[2]

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

مفتی ابو الحسن محمد ہاشم خان عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

20 صفر المظفر 1445ھ/07 ستمبر 2023ء

---

1 ... (فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 480 تا 485، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

2 ... (دیکھئے مقولہ نمبر 3874)

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”حدیث پاک“

ابو داؤد شریف میں ہے: ”قَدِمَ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلم المدینۃَ وَھُمْ یُسْلِفُونَ فِی الثَّمَرِ السنۃَ والسنتَین والثلاث فَقالَ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلم مَنْ أَسْلَفَ فی تَمرٍ فَلْیُسْلِفْ فِی کَیْلٍ معلوم، ووَزْنٍ معلومٍ إلی أجلٍ معلوم“ ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینۃ المنورہ تشریف لائے، تو لوگ ایک، دو، تین سال کے لیے پھلوں میں بیع سَلَم کیا کرتے تھے، تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جو پھلوں میں بیع سَلَم کرے تو یوں کیا کرے کہ مقدار ناپ یا وزن سے معلوم ہو اور سامان کی ادائیگی کی مدت معلوم ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی السلف، ج ۵، ص ۳۳۴، دار الرسالۃ العالمیہ)

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net